ساون کے آخر میں
جاوید عادل

حسنِ ترتیب

محبت کرنے والا شاعر

شاعری قلبی واردات کے اظہار کا سب سے خوبصورت ذریعہ ہے جو خالصتاً خداداد ہے، موجودہ دور میں اگرچہ شاعری میں نت نئے تجربات ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ بحروں، اوزان، ردیف اور قافیہ سے آزاد شاعری کی کوششیں ہوئیں لیکن غزل اپنی تمام تر خوبصورتیوں اور رعنائیوں کے ساتھ جلوہ افروز رہی، بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ شاعری میں نت نئے تجربات نے غزل کی اہمیت اور خصوصیت کو اور بھی واضح اور اجاگر کر دیا ہے، غزل کا دامن وقت کے ساتھ ساتھ کشادہ سے کشادہ تر ہوتا چلا گیا۔ آج کی غزل زندگی کے تمام تر پہلوؤں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ غزل گو شعراء روایت کے پہلو میں بیٹھ کر اور تمام تر حدود و قیود کی مکمل پاسداری کرتے ہوئے غزلوں میں جدت کے رنگ بکھیر رہے ہیں، آج کے شعری ادب کا ایک خوشگوار پہلو یہ بھی ہے کہ جہانِ شاعری میں نو واردان میں سے زیادہ تر کا رجحان غزل کہنے اور لکھنے کی طرف ہے

جاوید عادل شاعری میں اب نو وارد نہیں رہا کیونکہ اس کا پہلا شعری مجموعہ ''گردابِ غم'' کے نام سے منظرِ عام پر آ کر داد و تحسین حاصل کر چکا ہے، جاوید عادل عرصہ دراز سے بسلسلہ روزگار دیارِ غیر میں آباد ہے۔ جب بندہ اپنی مٹی اور اپنے لوگوں سے دور ہوتا ہے تو اسے یہ دوری کہیں چین نہیں لینے دیتی، یہ بے چینی اور بے قراری جب بڑھتی ہے تو تڑپ بن جاتی ہے اور یہ صورتحال جب کسی شاعر کو درپیش ہوتی ہے تو وہ اپنے جذبات واحساسات کو لفظوں کا روپ دے کر شعری قالب میں ڈھال دیتا ہے، جس سے اسے سکون واطمینان کے لمحات میسر آتے ہیں اور یہ لمحات ہی اس کا سرمایۂ حیات بن جاتے ہیں، میں نے جاوید عادل کی پہلی کتاب دیکھی ہے اور اس کے بعد

کی شاعری جو ''ساون کے آخر میں'' کی صورت میں منظرِ عام پر آ رہی ہے وہ بھی پڑھی ہے، میں آج تک جاوید عادل سے بالمشافہ نہیں ملا لیکن اس کی شاعری سے اس کا جو امیج سامنے آتا ہے اس سے یہی لگتا ہے کہ آج کے لمحہ لمحہ رنگ بدلتے دور میں بھی وہ اپنی روایات سے محبت کرتا ہے، اپنی مٹی سے محبت کرتا ہے اور اپنے لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ محبت سے بھرپور یہ شخص اپنوں کی عدم توجہی اور لاپرواہی پر ان سے گلہ بھی کرتا ہے لیکن اُن سے کبھی ناراض نہیں ہوتا، وہ بے اعتباری کے خزاں رسیدہ موسموں میں بھی اعتبار اور بھروسے کے پھولوں کو مرجھانے نہیں دیتا

جاوید عادل کا تازہ شعری مجموعہ ''ساون کے آخر میں'' کے بہت سارے شعر قاری کے قلب و ذہن پر خوشگوار اثرات مرتب کرتے ہیں مجھے ذاتی طور پر اس کی چھوٹی بحروں کی غزلوں (جو سہلِ ممتنع میں کہی گئی ہیں) کے بعض اشعار بہت اچھے لگے جس میں جاوید نے نہایت سادگی سے نہایت ہی عمدہ انداز میں بات کی ہے، مثال کے طور پر اس کے یہ اشعار دیکھئے!

مجھ کو دنیا کہنے والا
میری دنیا چھوڑ گیا ہے

میرا اپنا ، کوئی تو ہے
گو ہے سایہ ، کوئی تو ہے

اُن پلکوں پر آنسو جیسے
جگنو گیلی گیلی رُت کے

بے خودی کے چراغ روشن ہیں
آنکھ کے سرمئی اندھیرے میں

آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ وہ اپنے احساسات و جذبات کا کتنے سادہ الفاظ اور سادہ انداز میں نہایت خوبصورتی سے اظہار کرنے کا ہنر جانتا ہے۔ اس نے یہی سلیقہ درمیانی اور قدرے طویل بحروں میں بھی برتا ہے اور اس میں وہ بہت حد تک کامیاب بھی رہا ہے ''ساون کے آخر

میں'' میں ایسے اشعار کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے جو قاری کو تادیر اپنے حصار میں لئے رکھتے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ کیجئے

طبیعت سے اگر جائے نہ رنگینی عجب کیا ہے
کہ میں نے سادگی میں بھی لیا ہے کام رنگوں سے

جہاں ہر قبر مظلومی کا افسانہ سناتی ہے
مری آنکھوں میں وہ شہرِ خموشاں دیکھ سکتے ہو

اندھیرے اوڑھ کے سویا ہے سوچ کا جنگل
کسی خیال نے اب کے مجھے رلایا نہیں

اب تو بنا لیا ہے ہر شخص نے یہ شیوہ
چہرے پہ مسکراہٹ دل میں کھٹاس رکھنا

سینچا ہے خوں کی بوندوں سے گلستاں سخن کا
ہر شعر مجھ کو اپنی اولاد کی طرح ہے

غموں کے کر کے مجھے حوالے وہ شخص جانے کہاں گیا ہے
لگا کے میرے لبوں پہ تالے وہ شخص جانے کہاں گیا ہے

خلوص تھا بے مثال جس کا ، جدا تھا جس کا جمال سب سے
وہ جس کے انداز تھے نرالے ، وہ شخص جانے کہاں گیا ہے

جو بھٹک کر آ گئی ہو دشتِ غیر
اس سسکتی کونج کا ساتھی ہوں میں

نجانے عشق کی منزل ہے کس مسافت پر
یہ سنگِ میل فقط اک فریبِ منزل ہے

غم کے بادل قید رکھے دل میں کب تک آدمی
جب ملے کاندھا کوئی جی بھر کے رونا چاہیئے

دراصل جاوید کا اندازِ سخن کچھ ایسا ہے کہ پڑھنے والا محسوس کرنے لگتا ہے جیسے یہ اس کی اپنی قلبی واردات ہے اور یہ بات بذاتِ خود جاوید عادل کی کامیابیوں کی نوید سنا رہی ہے

وحید احمد زمان

چیف ایڈیٹر
ہفت روزہ "حُسنِ قلم"،
ماہنامہ "فرسٹ آپشن"

تیسری ملاقات

"ساون کے آخر میں" کی شاعری کے مطالعے کے دوران جاوید عادل سے میری تیسری ملاقات ہو رہی ہے۔

یادش بخیر، مجھے بڑی اچھی طرح یاد ہے کہ آج سے چار برس پرے، ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفیسر کی حیثیت سے جب میری تعیناتی ضلع منڈی بہاؤالدین ہوئی اور میں زندگی میں پہلی بار اس شہرِ باکمال سے متعارف ہوا تو انہی دل پذیر ساعتوں میں کہیں اپنے ہی ہمزاد کی دریافت کے دوران مجھے ساجد نصیر ساجد اور جاوید عادل کے نام سننے کو ملے۔ یہیں پر اپنی شبانہ روز بے سمت مسافتوں کے دوران ضلع منڈی بہاؤالدین کے ایک پُر حجاب، کم آمیز مگر قابلِ فخر اور باکمال لوک گلوکار ممتاز رائیکہ کے گائے نہایت من موہنے اور رسیلے گیت "چھن چھن چھنکن ونگاں" کی اعلیٰ پائے کی شاعری کے بارے میں پوچھنے پر پتہ چلا کہ یہ منڈی ہی کے ایک نوجوان شاعر ساجد نصیر ساجد کا کلام ہے تو میں نے رائیکہ سے کہا کہ مجھے اس خوبصورت شاعر دوست سے ضرور ملوانا۔ بعد میں ملاقات ہوئی تو اس کی زبانی سُنا کہ جاوید عادل اس کے بھائی ہوتے ہیں، بڑے اچھے شاعر ہیں اور آج کل تلاش معاش میں جرمنی میں مقیم ہیں۔ بعد کو جاوید عادل کا ذکر میں فخرِ منڈی بہاؤالدین حکیم افتخار فخر کی محفلوں میں بھی کافی سنا کیا۔

اور پھر سہاوا ابولانی میں مقامی ہائی سکول کی ایک خوبصورت شام تو مجھے زندگی بھر نہیں

بھولے گی جہاں جاوید عادل کی ''گردابِ غم'' کی تقریبِ رونمائی اور بعد ازاں ایک شاندار مشاعرے میں مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے شرکت کے دوران نہ صرف جاوید عادل سے غائبانہ دوستی استوار ہوئی، یہیں پر یارِ طرحدار، وحید احمد زمان سے بھی بعد مدت یادگار ملاقات ہوئی جو بعداً زندگی بھر کی دوستی میں بدل گئی اور آج جاوید عادل سے بزبانِ شعر پھر ایک بار یہ تیسری ملاقات ہو رہی ہے۔

بظاہر کتنے ہی کڑے کوسوں کا سفر ہمارے درمیان حائل ہے مگر ان کی نرم و صبیح شاعری کی شبنم فکر و احساس ہی نہیں میری روح تک کو بھگو رہی ہے۔ معصومیت، تحیر، سادگی، سلاست اور روانی جاوید عادل کے شعری اسلوب کے بنیادی عناصر ہیں جن کے بل بوتے پر بڑے سے بڑے الہامی خیال کو اس نے نہایت ماہرانہ چابکدستی سے نہایت سادہ و پرکار اور دلنشین پیرائے میں بزبانِ شعر یوں ادا کیا ہے کہ از دل خیزد و بر دل ریزد والی کیفیت پیدا کئے بغیر نہیں رہ سکا۔

جاوید عادل کی شاعری میں جابجا معصوم اور سچے رومانی جذبے، پرتاثیر وارداتِ قلبی اور ایک باوقار دردمندی کی باہمی آمیخت نے اُن کے شعری اسلوب کو چار چاند لگا دیئے ہیں جس سے ان کی شاعری کی تاثیر دوچند اور کیف آور فضا کا نشہ سہ آتشہ ہو گیا ہے۔

زاہد ہما

پبلک ریلیشنز آفیسر ٹو منسٹر فار انفارمیشن ٹیکنالوجی

حکومت پنجاب

پیش لفظ

یوں تو میرا تعارف میری پہلی کتاب ''گردابِ غم'' کے ذریعے کسی حد تک ہو چکا ہے جن قارئین تک میری پہلی کتاب پہنچ نہیں پائی اس کتاب کا تعارفی صفحہ دراصل ان کیلئے ہے۔ ''گردابِ غم'' کو جتنی بھی پذیرائی حاصل ہوئی سچ بات ہے کہ اس حوصلہ افزائی نے میرے اندر ایک جہانِ تازہ پیدا کیا اور میں نے پہلے سے بہتر لکھنے کی کوشش کی ہے۔

دیارِ غیر میں ایک عرصہ سے مقیم ہونے کے باوجود طبیعت پر مغربی روایت اور تہذیب اثر انداز نہیں ہو سکی اور دل و دماغ میں اپنی روایات و اقدار کی خوشبو اور اپنی سرزمینِ پاک کی محبت رچی بسی ہے ۔ اور سچی بات ہے کہ فقط جسم پردیس میں ہے لیکن روح اپنے وطن اور اپنے لوگوں میں ہوتی ہے۔ اور یہی ناز ہمارا اعزاز ہے۔ کہ ہم پردیس میں رہ کر بھی اپنے کرب و غم اور خوشی و مسرت کے جذبات کا اظہارِ شعر کے پیراہنِ حسیں کے ذریعے کر لیتے ہیں۔

اصلاحِ احوال کے جذبہ کے پیش نظر کہیں کہیں میں نے اپنے معاشرے کی خامیوں اور کوتاہیوں کو بھی اپنے اشعار کا موضوع بنایا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر کسی ایک بھی شخص کیلئے میرا کوئی شعر یا مصرعہ رہنما یا آئینہ ثابت ہوتا ہے تو میں یہ سمجھوں گا کہ اس رائیگانی کے دور میں بھی میری محنت رائیگاں نہیں گئی۔

آخر میں ہفت روزہ ''حسن قلم'' اور ماہنامہ ''فرسٹ آپشن'' کے چیف ایڈیٹر اور معروف شاعر جناب وحید احمد زمان کا تہہ دل سے ممنونِ احسان ہوں۔ جن کی محبت، محنت اور توسط سے یہ کتاب آج آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

جاوید عادل

طبیعت سے اگر جائے نہ رنگینی عجب کیا ہے
کہ میں نے سادگی میں بھی لیا ہے کام رنگوں سے

حمد باری تعالیٰ

تیرے سوا نہیں کوئی کارساز مولا
تُو ذِی وقار حاکم تو بے نیاز مولا

آتا نہیں نظر بھی اور چارسو بھی ہے تو
کُھلتا نہیں کسی پر بھی تیرا راز مولا

رہتی ہیں دور اس سے دنیا کی سب بلائیں
کرتا ہے جس بشر کو تُو سرفراز مولا

ہے بے کسوں کو تیری رحمت کا ہی سہارا
ہے بے بسوں کا اک تو ہی چارہ ساز مولا

دریا ، پہاڑ ، انساں ہیں تیرے ہی ثنا خواں
گو ان میں ہر طرح سے ہے اِمتیاز مولا

نعت رسول مقبول ﷺ

بہار بن کر حضور آئے مہک اٹھی انجمن میں خوشبو
چلی صبا تو بکھر گئی موجِ گُل سے سارے چمن میں خوشبو

کرم ہوا تو یہاں کی ٹھنڈی ہوا نے چومے وہ زلف و عارض
اِسی نوازش سے آج پھیلی ہوئی ہے میرے وطن میں خوشبو

وہیں حرم ہے ، وہیں ملائک ، وہیں محمدؐ ، وہیں مدینہ
اے سرزمینِ حجاز ، فردوس کی ہے تیرے بدن میں خوشبو

ہے آرزو جب یہ جان نکلے لبوں پہ زیبا ہو اسمِ احمدؐ
اسی وساطت سے تاقیامت رہے گی سارے کفن میں خوشبو

درود پڑھتی ہیں دھڑکنیں جب، مہکنے لگتا ہے میرا سینہ
یہ دل ہی عادل سراپا گُل ہو تو کیوں نہ ہو پیرہن میں خوشبو

★★

آنکھ کی دھرتی میں کوئی خواب بونا چاہیے
زندگی کا کچھ تو نصب العین ہونا چاہیے

غم کے بادل قید رکھّے دِل میں کب تک آدمی
جب ملے کاندھا کوئی جی بھر کے رونا چاہیے

لذّتِ غم تو نہ چھینو گر علاجِ غم نہیں
دِل تو بچہ ہے اِسے کوئی کھلونا چاہیے

آنے والوں کے لئے خود رہنما ہوں راستے
آبلوں کو یوں کفِ پا میں پرونا چاہیے

رکھے سرگرم عمل جس کی خلش انسان کو
خار ایسا دل کے دامن میں چبھونا چاہیے

داغ لگ جائے اگر دامن پہ کوئی بدنما
آنسوؤں سے وہ دھلے یا خوں سے دھونا چاہیے

پھول عادل کیا اگیں گے پتھروں کے کھیت میں
بیج، جیسی ہو زمیں ویسا ہی بونا چاہیے

**

تبسّم میں ادائے گل ، اداؤں میں قیامت تھی
تمہارا ٹوٹ کر مِلنا محبّت کی علامت تھی

ترا ترکِ تعلّق دل کی بربادی کا موجب ہے
یہ دِل آباد تھا جب تک مری دنیا سلامت تھی

صدائے دِل دبا دینے میں ماہر ہو گئی دنیا
وہ دِن بھی تھے کہ کام آتی ضمیروں کے ملامت تھی

وہ اپنے روبرو ہوتی تھیں جب بھی دلنشیں آنکھیں
تو دِل کو بھول جاتی پھر حدیثِ استقامت تھی

کُھلے ہیں رازِ قربت اُس کے تجھ پر دیر سے عادل
حقیقت میں وہ دھوکہ تھا بظاہر جو ندامت تھی

**

وہ چلتے چلتے آ پہنچا ہے دِیوارِ محبّت تک
کہ الفت کھینچ لائی اُس کو اِظہارِ محبّت تک

تری باتوں میں پہلے سا تکلّف غیر فِطری ہے
جھجک حائل ہوا کرتی ہے اِقرارِ محبّت تک

میں اس ڈر سے غمِ دُنیا کو رکھتا ہوں جُدا دِل میں
نہ جا پائے ضرورت کوئی بازارِ محبّت تک

اُڑائیں مجھ کو رکھتی ہیں بھرم کے آسمانوں پر
کرم لے آئے ہیں یوں عرشِ پندارِ محبّت تک

گلے میں اس کے دنیا پھر بھی پھندا ڈال لیتی ہے
جو چل کر سر کے بَل آتا نہیں دارِ محبّت تک

جو عادل دل لگے گا تو تبسّم روٹھ جائیں گے
عروجِ شادمانی ہے فقط وارِ محبّت تک

**

وہ خاور رُخ سحر کی جب کرن پھوٹی تو یاد آیا
گلابوں کے نگر میں چاندنی بِکھری تو یاد آیا

وہ جس کی دیکھ کر آنکھیں فضا مخمور ہوتی ہے
سہانے ساز پر کوئی غزل چھیڑی تو یاد آیا

وہ جس کے سرخ ہونٹوں کی چمن قسمیں اُٹھاتے ہیں
بہاروں میں کبھی کوئی کلی مہکی تو یاد آیا

بچھڑنے کی کسک سے ساحلوں پر بیٹھ کر رونا
ندی کے جب کنارے کوئی کُونج اُتری تو یاد آیا

بُھلا بیٹھے تھے ہم تو وہ عذابِ انتظار اب تک
ترا وعدہ، کسی نے جب قسم کھائی تو یاد آیا

وہ اُس کی گفتگو کا ڈھنگ، اُس کا دلنشیں لہجہ
سَحر کے وقت کوئل باغ میں بولی تو یاد آیا

کبھی عادل ہمیں بھی نسبتیں تھیں اُس کلائی سے
کسی کے ہاتھ میں چوڑی کبھی کھنکی تو یاد آیا

**

ہوا زیبِ گلو آنچل سجا گلفام رنگوں سے
بڑی نکھری ہوئی ہے گیسوؤں کی شام رنگوں سے

بُھلا دیں گے اسے سوچا ہی تھا ساون کے آخر میں
کہ بارش لِکھ گئی پھر اُس حسیں کا نام رنگوں سے

زیارت جب بھی کی اُس شوخ کی، اِن سُونی انکھوں نے
مزّین ہو گئے پلکوں کے وِیراں بام رنگوں سے

وہ اِس انداز سے چنچل ادا آتا ہے ملنے کو
مچا دیتا ہے جذبوں میں عجب کُہرام رنگوں سے

طبیعت سے اگر جائے نہ رنگینی عجب کیا ہے
کہ میں نے سادگی میں بھی لیا ہے کام رنگوں سے

اُتر آئی دھنک اُس کی نگاہوں میں حیا بن کر
ہوئیں جب چار نظریں جھلملائے جام رنگوں سے

انہیں اب بھی بہاریں دیکھتی ہیں کتنی حسرت سے
وہ ہم نے جن درختوں پر لکھے تھے نام رنگوں سے

بھرے پھولوں سے دامن یا چلے تلوار مقتل میں
مزہ عادل ہے، افسانے کا ہو انجام رنگوں سے

**

تری نظر میں حسیں محبّت کی کہکشاں جھلملا رہی ہے
تمہاری معصوم مسکراہٹ نئی قیامت جگا رہی ہے

مرے مقدّر کی داستاں میں ہے آنیوالا حسیں تغیّر
نوید میری نظر کو اے جاں نظر تمہاری سنا رہی ہے

دل و نظر میں سما گئے ہیں وہ پچھلی رُت کے تمام منظر
کہ میری سانسوں سے اب بھی خوشبو تمہارے آنچل کی آ رہی ہے

ابھی تو پہلا قدم ہی رکھّا ہے چاہتوں کے نگر میں میں نے
کسک یہ انجان خواہشوں کی ، ابھی سے مجھ کو ستا رہی ہے

جدا تھے تم تو مسرّتوں کی سُنی تھی آہٹ نہ کوئی دستک
ملے ہو تم تو ہَوا ترانے خوشی کے اَب گنگنا رہی ہے

مچلتی انجان آرزو کو سکوں نہیں ہے کسی بھی صورت
تڑپ تمہارے مِلن کی دِل میں عجیب ہلچل مچا رہی ہے

وجود تیرا ہے اِک پہیلی ، بہار رُت کی ہے تو سہیلی
ہیں چاند تارے گواہ ، داسی تمہارے گھر کی صبا رہی ہے

وہ جس نے دستور کے ترازو پہ عدل تولا ہے بن کے عادل
اُسی کے آگے جُھکا زمانہ ، اُسی کی دنیا سدا رہی ہے

**

میں کیسے تری یاد کے مہتاب سمیٹوں
کچھ اور بکھر جاتے ہیں جب خواب سمیٹوں

الفت میں مجھے ہو گئی تہمت سے محبّت
ہر روز نئے ، عشق میں القاب سمیٹوں

یہ غم کے ہیں دریا ، انہیں بہنا ہی ہو گا
پلکوں پہ میں کس طرح یہ سیلاب سیمٹوں

وہ ترکِ تعلّق کی وجوہات بڑھائے
میں ترکِ ملاقات کے اسباب سمیٹوں

دل ڈوب رہا ہے تری زلفوں کے بھنور میں
آ پاس کہ انگلی پہ یہ گرداب سمیٹوں

اس شوخ کی فطرت تو ہے پارے کی سی عادل
ہاتھوں سے نکل جاتا ہے ، سیماب سمیٹوں

شبِ فراق

دل سے لے کے تڑپ کا عطیہ
دیتی ہے آہوں کا تحفہ
اسکے من کو بھائے برہن
تن من ڈستی جائے بیَرن

دل دھڑکاتی ہے ہر آہٹ
نااُمّیدی کروٹ کروٹ
آنکھ سے چھلکاتی ہے ساون
تن من ڈستی جائے بیَرن

نیند کی پریاں اس سے برہم
شب بیداری اس کی ہمدم
وصل کی شب ہے اس کی سوتن
تن من ڈستی جائے بیرن

درد کی بین بجاتی آئے
کرب کے گیت سناتی جائے
دشتِ سوز و غم کی جوگن
تن من ڈستی جائے بیرن

یوں تو بس اک شب جیسی ہے
سال سے بھی لیکن لمبی ہے
عادل تنہائیوں کی دلہن
تن من ڈستی جائے بیرن

**

ہوتے ہیں کم ایسے چہرے
بولتی آنکھیں ، ہنستے چہرے

کوئی خوف تو ہے لوگوں میں
ویراں آنکھیں ، پیلے چہرے

اپنی دھرتی سب سے اچھّی
اپنی بولی ، اپنے چہرے

اپنوں کی پہچان ہے مشکل
چہروں پر ہیں جھوٹے چہرے

نیّت ، دل ، ایمان ہیں مَیلے
اوپر سے ہیں اُجلے چہرے

نامحرم لگنے لگتے ہیں
سچّی جھوٹی بات سے چہرے

یاد آتے ہیں تنہائی میں
عادل بھولے بسرے چہرے

**

چہرہ گلاب سا خو صیّاد کی طرح ہے
کرتا کرم بھی وہ تو بے داد کی طرح ہے

سینچا ہے خوں کی بوندوں سے گلستاں سخن کا
ہر شعر مجھ کو اپنی اولاد کی طرح ہے

اُلجھے تو ڈور چاہت کی ہُو بہو ہے ریشم
جائے اگر سُلجھ تو فولاد کی طرح ہے

اسباب کے نہیں ہیں تابع خیال تیرے
رغبت مری لگن کی اِک یاد کی طرح ہے

آگے قدم بڑھا کر ہوتا نہیں ہے پسپا
میرا جنوں بھی میرے ہمزاد کی طرح ہے

دانستہ اُس کو کھونا پھر یاد کر کے ہنسنا
عادل یہ طرزِ غم اِک ایجاد کی طرح ہے

**

وہ آئے ہیں یا اثر سمٹ کر مری دعاؤں میں آ گیا ہے
بہار کا رنگ میرے گلشن کی اب خزاؤں میں آ گیا ہے

صدا میں کوئل کا ہے ترنم، حیا میں پھولوں کا رنگ ہے شامل
تمام گلشن کا حُسن جیسے تری اداؤں میں آ گیا ہے

جہاں ہیں مجبوریوں کے ڈیرے جہاں تسلّط ہے بے کلی کا
کہ ضبط کا میرے اڑ کے پنچھی انہی فضاؤں میں آ گیا ہے

تھی جن کے سائے سے بھی محبّت انہی سے نفرت سی ہوگئی ہے
نہ جانے یہ انقلاب کیسا تری اداؤں میں آ گیا ہے

یہ پھرکوئی چال ہے کسی کی یا رنگ لایا ہے صبر میرا
یہ کیسے عنصر عنایتوں کا تری جفاؤں میں آ گیا ہے

تمہاری چاہت میں گھر سے نِکلا تھا پھر جو لَوٹا نہیں ہے عادل
وہ کِن مصائب میں گھِر گیا ہے، وہ کِن بلاؤں میں آ گیا ہے

**

اچھّی لگتی رہی اندھیرے میں
چاند کی چاندنی اندھیرے میں

رات کو جب ترا خیال آیا
ہوگئی روشنی اندھیرے میں

بے خودی کے چراغ روشن ہیں
آنکھ کے سرمئی اندھیرے میں

میں یہ سمجھا کہ آپ آئے ہیں
جب بھی آیا کوئی اندھیرے میں

پیڑ بھی تھک کے سو گئے لیکن
شمع جلتی رہی اندھیرے میں

کرتے ہیں تیری یاد کی عادل
رَتجگے بَندگی اندھیرے میں

★★

گلاب کِھلتے ہیں رُخ پہ، آتی ہیں یاد جب بھی سہانی باتیں
پرانے قِصّے، پرانی یادیں، پرانے چہرے، پرانی باتیں

مٹا ہی دیتا ہے وقت اِک دن تمام پچھلی نشانیوں کو
جو پاس رہ جاتی ہے نشانی کوئی تو وہ ہے نشانی، باتیں

وہ یاد آتا ہے جب بھی گُل رو، مہکتی ہے یاد بن کے خوشبو
ادا میں شوخی، صدا میں جادو، وہ بھولا چہرہ، سیانی باتیں

تھے کس قدر دلنشیں، سہانے، وہ چاہتوں کے حسیں زمانے
بڑے ہُنر سے جتانی باتیں، بڑے ہُنر سے چھپانی باتیں

وہی ہے میری وفا شعاری ، وہی تمنائے جانثاری
وہی تری بدگمانیاں ہیں ، وہی تری امتحانی باتیں

زباں سراپا چمن بنے گی فروغِ حُسنِ بیان ہوگا
کسی سے سنتا ہوں اس کی باتیں سنے وہ میری زبانی باتیں

صدا میں لرزش بھی ہے مسلسل، ہو مدّعا سے بھی تم گریزاں
بتاؤ عادل سنے وہ کب تک تمہاری یہ بے معانی باتیں

**

مِلے بھی ہم کبھی اگر ، اُدھوری گفتگو رہی
اُسے بھی آرزو رہی ، مجھے بھی آرزو رہی

نہ دل میں کوئی گُل کھِلا ، نہ کوئی باوفا مِلا
چمن تھے پھر بھی جا بجا ، تلاشِ رنگ و بو رہی

ہے شانِ حُسن وفن وہی ، ہے جانِ انجمن وہی
چمن میں جب گیا کبھی اسی کی آبرو رہی

وہ بات جس کے واسطے بدل دیا ہے مزاج کو
بڑی عجیب بات تھی کہ پھر بھی ہو بہو رہی

نہ شب کو نیند آ سکی ، نہ دِل کو چین مِل سکا
تھی رات زخم زخم تو سحر لہو لہو رہی

ہے راز ، راز تب تلک ، ہے بات دِل میں جب تلک
جو کہہ دی رازدان سے وہ بات کو بکو رہی

سدا رہی ہے تیرگی عداوتوں کے شہر میں
نہ جل سکا دیا کوئی ، ہوا مری عدو رہی

بدل لیا ہے عادل اب تو وقت نے مزاج کو
نہ اب وہ اختلاط ہے ، نہ اب وہ گفتگو رہی

**

پاس رہ کر بھی فاصلہ ہے ابھی
وہ مجھے صرف سوچتا ہے ابھی

وہ گلی سے ضرور گزرا ہے
ایک محشر یہاں بپا ہے ابھی

جس سے چہرے پہ نور آتا ہے
دل وہی درد مانگتا ہے ابھی

فاصلے طے تو کر لئے ہیں مگر
قربتوں میں وہی خلاء ہے ابھی

بات اظہار تک بھی پہنچے گی
آنکھوں آنکھ ں میں سلسلہ ہے ابھی

جانے کس کس کو اور کھونا ہے
تیری فرقت تو ابتدا ہے ابھی

وہ بظاہر تو بات کرتا ہے
دل ہی دل میں مگر خفا ہے ابھی

سو گئے شہر کے سبھی منظر
دشت میں چاند جاگتا ہے ابھی

آؤ عادل اسی گلی میں چلیں
کوئی کھڑکی سے جھانکتا ہے ابھی

**

زندگی جیت نہیں پائے گی اِس بار مجھے
اَب کے آتے ہیں نظر موت کے آثار مجھے

جس طرف دیکھتا ہوں ایک نئی دلدل ہے
جانے کِس دشت میں لے آیا ترا پیار مجھے

ذہن میں رکھتا ہوں اب بات کے دونوں پہلو
اب نہ کر پائے گا قائل مرا غمخوار مجھے

دِل سُلگتا ہے تو سب زخم مہک اُٹھتے ہیں
آگ بھڑکے تو بنا دیتی ہے گلزار مجھے

پھر نئی دُھن سے نکل آتا ہوں میدان میں میں
ہارنے دیتی نہیں اُس سے مری ہار مجھے

سانس کو جسم کے پنجرے سے نِکلنا ہوگا
روک سکتی نہیں اب کوئی بھی دیوار مجھے

**

سب کچھ نثار آپ پہ کرنے کے بعد بھی
دِل کو سکوں ملا نہیں مرنے کے بعد بھی

اُس نے مجھے سمیٹا ہے کچھ اِس خلوص سے
خواہش ہے ٹوٹنے کی سنورنے کے بعد

گزرے نظر جھکا کے وہ میرے قریب سے
دیکھا مگر نہ مڑ کے گزُرنے کے بعد بھی

فصلِ فراق میں وہ اداسی تھی چارسو
لگتی تھی شب پریشاں نکھرنے کے بعد بھی

عادل کچھ اِس طرح رَگ و پے میں بس گیا
شامل رہے گا رُوح میں مرنے کے بعد بھی

**

ترے بغیر یہ حالت ہے بے قراروں کی
کہ غم میں ڈوبی ہے ہر شام غم کے ماروں کی

جو پوچھنا ہو تو پوچھوں سحر کے تاروں سے
کہ رات کٹتی ہے کس طرح بے سہاروں کی

ابھی ہیں حدِّ نظر کارواں خزاؤں کے
ابھی ہیں دُور بہت منزلیں بہاروں کی

تو آ کہ تجھ کو بہاریں صدائیں دیتی ہیں
پکارتی ہے تجھے دلکشی نظاروں کی

خمارِ عشق میں ایسی گھڑی بھی آتی ہے
کہ بات چبھتی ہے اپنے ہی غمگساروں کی

ترے فراق میں افسردہ روز و شب عادل
حیات قید کی صورت ہے سوگواروں کی

**

وہ جو جانِ بہار لَوٹ آئے
پھر سے دِل کا قرار لَوٹ آئے

معجزہ یوں خدا دکھائے کبھی
جِس کا ہے انتظار، لَوٹ آئے

پھر نہ جانے دیں ہم کہیں اُس کو
وہ اگر ایک بار لَوٹ آئے

اِک خوشی مانگنے گئے اُن سے
لے کر آنسو ہزار لَوٹ آئے

کاش اُس بدگماں کی آنکھوں میں
وہ ہی پہلے سا پیار لَوٹ آئے

غم خوشی میں بدل بھی سکتے ہیں
گر مرا غمگسار لَوٹ آئے

یوں تڑپ اُس کی یاد میں عادل
ہو کے وہ بیقرار لَوٹ آئے

**

نہیں ہوں، پھر بھی مجھے دریچوں سے اب تلک جھانکتا ہے کوئی
جَلا کے پلکوں پہ آرزو کے چراغ رہ دیکھتا ہے کوئی

کبھی جو کھنکیں ہوا سے فصلِ خزاں کی شب کو اُداس پتّے
سحر تلک یہ گمان رہتا ہے رات بھر گھومتا ہے کوئی

کسی نے روکا نہیں تھا لیکن نجانے کیوں پھر بھی وقتِ رخصت
یہ دِل صدا بار بار دیتا رہا تجھے روکتا ہے کوئی

★★

گُل کے پیراہنِ رنگیں کو قبا ڈھونڈے گی
باغ اُجڑے تو بہاروں کو صبا ڈھونڈے گی

رشکِ گُل کہتے تھے جب تجھ کو تو سوچا ہی نہ تھا
آنکھ کانٹوں میں کبھی عکس ترا ڈھونڈے گی

یوں اندھیروں کو بنا لیں گے مقدّر عادل
کہ مرے گھر سے چراغوں کو ہَوا ڈھونڈے گی

★★

سب عاشق ہیں، دیوانے ہیں، بُلبل، پَروانہ اور مَیں
البیلے ہیں، مستانے ہیں، بُلبل، پَروانہ اور مَیں

ہم محبوب کی ایک ادا پر جان فدا کر دیتے ہیں
پَل دو پَل کے افسانے ہیں، بُلبل، پَروانہ اور مَیں

دِید کی دُھن میں بَستی بَستی گُلشن گُلشن پھرتے ہیں
کیسے راہی انجانے ہیں، بُلبل، پَروانہ اور مَیں

جگ والے کیا کچھ کہتے ہیں ہم کو یہ معلوم نہیں
اب دُنیا سے بیگانے ہیں ، بُلبل، پَروانہ اور مَیں

پھول، شمع اور قیس کے افسانوں میں اپنی بات چلے
کتنے جانے پہچانے ہیں، بُلبل، پَروانہ اور مَیں

**

کرتے ہیں تیرے روپ کو جُھک کر سَلام پھُول
اے بادشاہِ حُسن! ہیں تیرے غُلام پھُول

گلشن میں ہوں گلاب کہ ہوں بیل میں کنول
لگتے ہیں تیرے سامنے پھیکے تمام پھُول

قدموں کو چُوم لیتے ہیں شاخوں سے ٹُوٹ کر
کرتے ہیں دیکھ کتنا ترا اِحترام پھُول

تیرا وجود ضامنِ زیبِ چمن ہے دوست
کھِلتے ہیں لے کے تیرا بہاروں میں نام پھول

ہم اہلِ دِل کا دِل رہے قابو میں کس طرح
مل کر تمہیں جگر کو لیتے ہیں تھام پھول

اُس کے گلے میں جچتے ہیں پھولوں کے ہار خوب
لگتا ہے چاندنی سے ہوئے ہم کلام پھول

**

مزاج اُس کا ہے اِک پہیلی تو چہرہ واضح کتاب بھی ہے
جواب میں ہی سوال بھی ہے سوال میں ہی جواب بھی ہے

کبھی نہ اے دل! محبتوں میں سہانی گھڑیوں کی آس رکھنا
یہ خواب بھی ہے، عذاب بھی ہے، سراب بھی ہے، حباب بھی ہے

ہے دیکھا جب سے اُسے سمٹ آئے ہیں نظر میں مری کرشمے
مری اداؤں مرے خیالوں میں اِک حسیں انقلاب بھی ہے

بڑے عجب ہیں یہ حسن والے، عجب کرم ہے، عجب ستم ہے
یہ ناز نینوں کی ہی ادا ہے کہ شوق بھی ہے، حجاب بھی ہے

کبھی عداوت، کبھی محبّت، کبھی ہے شعلہ، کبھی ہے شبنم
وہ زخم دیتا ہے بن کے خوشبو، وہ خار بھی ہے، گلاب بھی ہے

یہی نہیں ، جان و دل کے اندر گڑے ہیں کرب و الم کے خنجر
نظر کے سونے سراب اندر لہو لہو کوئی خواب بھی ہے

دل و نظر نے تمہیں چنا ہے، کسی طرح تم سے کم نہیں میں
جمال تیرا ہے دلنشیں تو حسیں مرا انتخاب بھی ہے

ہے اُلفتوں کے معاملے میں عجب تلوّن مزاج عادل
گِلہ بظاہر ہے جس کا لب پر، اُسی کے نام انتساب بھی ہے

★★

تو آ کہ دل ہے بہت بے قرار تیرے لئے
ہے آنکھ پھر سے مری سوگوار تیرے لئے

بتائے کون ، بتا ، اب اُداسیاں میری
کہ خود حزیں ہے مرا غمگسار تیرے لئے

بھرا ہے اِس میں کسک نے صداقتوں کا جمال
جو میری آنکھ میں اُترا ہے پیار تیرے لئے

ذرا سنبھل کے مروّت کی راہ پر آنا
یہ اجنبی ہے بہت رہ گزار تیرے لئے

تری گلی کو ہے چھوڑا تری خوشی کیلئے
قبول ہم نے کیا نخلِ دار تیرے لئے

نہ اُس چمن میں محبت کا کوئی پھول ترا
نہ اُس چمن کی ہے عادل بہار تیرے لئے

★★

ہم نے اُن سے دِل لگا کر بھر لئے دامن میں رنگ
ہے مہک نظروں میں بکھرے ہیں ہزاروں مَن میں رنگ

زندگانی میں تھا محرومی کا سایہ ساتھ ساتھ
آ گئے اُن کی رفاقت سے مرے جیون میں رنگ

دیکھ کر موسم انہیں کچھ اور رُکنا پڑ گیا
بھر دیا بارش نے میرے دل کی ہر اُلجھن میں رنگ

کھو گیا ہے دل تری آنکھوں کی گہرائی میں پھر
پھر سمٹ آئے ہیں میری آنکھ کے دَرپن میں رنگ

دِل میں پھر جاگی ہیں یارو! اجنبی سی خواہشیں
سوچ کر جن کو بِکھر جاتا ہے ہر دھڑکن میں رنگ

اِک نئی پھر سے کہانی لِکھ گئی ہیں بارشیں
دُھل گئے دِیوار و دَر نکھرے ہیں پھر ساون میں رنگ

اُس کو پا کر اپنے گھر میں، خوش بھی ہوں، حیراں بھی ہوں
یہ عجوبہ ہے جو بکھرے ہیں مرے آنگن میں رنگ

★★

یہ نہیں شکوہ کہ میری بے وفا سنتا نہیں
مسئلہ یہ ہے، وہ دل کا بھی کہا سنتا نہیں

کیسے بن آئے ہماری اس سے ہے مشکل یہی
وہ بَھلا کہتا نہیں ہے، میں بُرا سنتا نہیں

ہر کوئی کانوں میں ڈالے پھر رہا ہے اُنگلیاں
مر بھی جائیں تو یہاں کوئی صدا سنتا نہیں

بَد گماں ہے رُخ بدل دیتا ہے دِل کی بات کا
بات سُن کر بھی تو وہ کافر ادا سنتا نہیں

اس کے لہجے میں وہ نرمی ہے کہ وقتِ گفتگو
بات یوں کرتا ہے کوئی تیسرا سنتا نہیں

اپنی تشہیرِ ذہانت کا جنوں ہے اس کو یوں
وہ تو دوسروں کا مشورہ سنتا نہیں

**

مجھ سے وحشت ہے تو پھر خواب مَیں آتے کیوں ہو
رَبط رکھنا ہی نہیں ہے تو ستاتے کیوں ہو

عہد ہر روز یہ کرتے ہو، بُھلا دو گے مجھے
اِتنا مشکل ہے بُھلانا، تو سناتے کیوں ہو

آگ ہے آگ لگاؤ تو بجھانا سیکھو
گر بجھانی نہیں آتی تو لگاتے کیوں ہو

روکے کہتے ہو مرے بعد اداس نہ ہونا
فکر اتنی ہے تو پھر چھوڑ کے جاتے کیوں ہو

رُخِ روشن سے مری جان جھٹک دو زلفیں
چاند کے سامنے دیوار بناتے کیوں ہو

تب مزہ ہے جو اُسے دِل سے مِٹاکر دیکھو
نامِ عادل کو ہتھیلی سے مٹاتے کیوں ہو

تری کمی رہے گی

کہاں ہے تو! ترے غم میں درو دیوار روتے ہیں
خزاں میں جسطرح اُجڑے ہوئے گلزار ہوتے ہیں

ترے دَم سے بڑی ہی رونقیں تھیں گھر کے آنگن میں
عجب ہی اب اُداسی کا سماں ہے اِس نشیمن میں

تری آغوشِ شفقت تھی مداوا ہر اداسی کا
ہنر آتا تھا تجھ کو غمگساری ، غم شناسی کا

کرم کی تیرے گھر پر یہ جو دولت ہے وہ تیری ہے
ترے گلشن کے پھولوں پر جو رنگت ہے وہ تیری ہے

جلاتی ہے تری فرقت کی دھوپ اب غم کے ماروں کو
ضرورت تھی ابھی تک سایۂ شفقت کی پیاروں کو

ہوا رخصت دلوں کو درد دے کر کارواں تیرا
یہی سب کی دعا جنّت میں ہو عالی مکاں تیرا

**

میں وہ آنسو ہوں جو پلکوں پہ بسر کرتا ہوں
درد کی جھیل میں لہروں پہ سفر کرتا ہوں

جانے کس سمت سے آ جاتے ہیں ڈاروں کی طرح
روز آنسوؤں کو میں شہر بدر کرتا ہوں

جیتا جاتا ہوں مگر خانہ خرابوں کی طرح
کونپلیں توڑ کے سیراب شجر کرتا ہوں

زندگی بھر رہے نسبت مجھے ان آنکھوں سے
اپنے رب سے یہ دعا شام و سحر کرتا ہوں

ملنے اس سے کبھی جاتا نہیں ہوں عادل میں
یاد اس شخص کو ہر روز مگر کرتا ہوں

**

قیدِ تنہائی کا اک قیدی ہوں میں
ڈار سے بچھڑا ہوا پنچھی ہوں میں

موسمِ گُل ہُوں خزاں کی رُت بھی ہُوں
آ کے پھر جانے کا بھی عادی ہوں میں

جو بھٹک کر آ گئی ہو دشتِ غیر
اُس سسکتی کُونج کا ساتھی ہوں میں

کوئی منزل تھی نہ میرا کوئی دیس
آنکھ سے چھلکا ہوا موتی ہوں میں

جس کو مجھ سے پیار ہے اس کیلئے
آس ہُوں ، حسرت ہُوں میں ، تلخی ہوں میں

مجھ کو رخصت کر کے مت آواز دے
میں نہ آ پاؤں گا پردیسی ہوں میں

**

ایک وابستہ ہے محشر تیری رعنائی کے ساتھ
جاں پہ بن جاتی ہے گویا ایک انگڑائی کے ساتھ

تو ہے کیوں ناآشنا دردِ جگر سے اے حسیں!
چاک داماں گُل بھی تو ہے اپنی رعنائی کے ساتھ

کچھ ترے انداز بھی ہیں ہر حسیں سے منفرد
کچھ تجھے رب نے بنایا بھی ہے زیبائی کے ساتھ

ہاتھ میں تاثیرِ درماں اور قاتل ہے نظر
موت کے ساماں ہیں اعجازِ مسیحائی کے ساتھ

اس کے آگے ہیچ ہے دنیا کی ہر اک انجمن
جو جہاں ہم نے بسا رکھّا ہے تنہائی کے ساتھ

اِس تمنّا پر چُنے ہیں خار تیری راہ کے
اِک کرم شاید ہو زخموں کی پذیرائی کے ساتھ

جشن کی رونق بڑھا دے گی ترے عادل کی موت
اِک جنازہ بھی اُٹھے گا آج شہنائی کے ساتھ

**

دورِ وصال میں بھی ملنے کی آس رکھنا
لگتا ہے اب تو اچھّا دِل کو اُداس رکھنا

اہلِ وفا کی فطرت کچھ کم نہیں ہے گُل سے
خوشبو دماغ و دل میں ہونٹوں پہ پیاس رکھنا

اب تو بنا لیا ہے ہر شخص نے یہ شیوہ
چہرے پہ مسکراہٹ دل میں کھٹاس رکھنا

میرا بھی ضبط دیکھو ، اور کوہ کا بھی لاوا
آساں نہیں ہے دِل کی دِل میں بھڑاس رکھنا

بے درد ہے وہ عادل چھوڑو خیال اُس کا
بے سُود لگتا ہے اُس سے کوئی آس رکھنا

**

ہم دُکھیارے شب بھر روئے
دیواروں سے لگ کر روئے

تیرے ہجر میں ، شبنم ، چشمے
میں اور گُل کیا پتّھر روئے

قِسمت کے گرداب میں ڈوبے
ساحل تڑپے ، ساگر روئے

دیکھ کے گہرے زخم ہمارے
زخم ہنسے اور نشتر روئے

میں محبوب کو کھو کر تڑپا
وہ مطلوب کر پا کر روئے

پچھلی رات کے سنّاٹے میں
کوئی آہیں بھَر بھَر روئے

اُن کی آنکھ میں آنسو ، جیسے
کوئی دِلکش منظر روئے

عادل تیری محرومی پر
خوں کے اشک مقدّر روئے

★★

چاہنے والوں سے تکرار بُری لگتی ہے
صندلی ہاتھ میں تلوار بُری لگتی ہے

سچ یہی بات ہے وہ آ کے چلا جائیگا
خواہ یہ بات تو سو بار بُری لگتی ہے

ہار جاتا ہوں سدا اس کی خوشی کی خاطر
جانتا ہوں کہ اسے ہار بُری لگتی ہے

بے وفا تجھ کو کہوں گا تو بُرا مانو گے
بات سچّی ہو تو سرکار بُری لگتی ہے

دل پہ الفاظ کی شمشیر سے مت زخم لگا
پھول سے لہجے میں تلوار بُری لگتی ہے

**

ہے دل والوں پہ کیا گزری مری جاں دیکھ سکتے ہو
یہ رستے آبلے یہ چاک داماں دیکھ سکتے ہو

جہاں ہر قبر مظلومی کا افسانہ سناتی ہے
مری آنکھوں میں وہ شہرِ خموشاں دیکھ سکتے ہو

ہو شک چاہت پہ تو اپنے مکاں کی پچھلی اینٹوں پر
نشاں بوسوں کے اب بھی جانِ جاناں دیکھ سکتے ہو

یہ مُفلس میزباں کِس ذوق سے گھر کو سجاتے ہیں
کبھی فرصت مِلے تو بَن کے مہماں دیکھ سکتے ہو

تمہیں ضِد ہے بتاؤں، مجھ پہ کس نے ظلم ڈھائے ہیں
تو دیکھو تم اگر اپنا گریباں دیکھ سکتے ہو

نگاہوں میں سمائے ہوں کسی کے حسن کے جلوے
تو صحرا میں بھی تم یارو گلستاں دیکھ سکتے ہو

تبسّم پر فِدا ہونے کو بے کل ہے چمن سارا
کبھی جا کر وہاں جانِ بہاراں دیکھ سکتے ہو

ہو تم مشتاق جنّت کے تو عادل اُس گلی جاؤ
وہاں تم باغِ رِضواں سا خیاباں دیکھ سکتے ہو

**

غموں کے کر کے مجھے حوالے وہ شخص جانے کہاں گیا ہے
لگا کے میرے لبوں پہ تالے وہ شخص جانے کہاں گیا ہے

وہ جس کی یادوں کی پرورش ہم نے کی ہزاروں ہی رتجگوں سے
وہ درد جس کے لہو سے پالے، وہ شخص جانے کہاں گیا ہے

نہ رخ پہ کوئی کرن خوشی کی، نہ دل میں کوئی چراغِ تسکیں
چُرا کے میرے سبھی اُجالے وہ شخص جانے کہاں گیا ہے

نگر نگر اس کی جستجو کی، مِلا نہیں پر سُراغ اس کا
ہیں حسرتوں میں سلگتے چھالے، وہ شخص جانے کہاں گیا ہے

خلوص تھا بے مثال جس کا، جدا تھا جس کا جمال سب سے
وہ جس کے انداز تھے نرالے، وہ شخص جانے کہاں گیا ہے

مقام جس پر وہ ہم سے ملتا تھا، اس کے مشتاقِ دید اب تک
وہیں کھڑے ہیں جگر سنبھالے، وہ شخص جانے کہاں گیا ہے

فدا ہوا دل، نثار نظریں، قرار قرباں ہوا ہے عادل
مرے ہیں جس پر یہ مرنے والے، وہ شخص جانے کہاں گیا

٭٭

اُٹھیں کچھ اِس ادا سے' اِک قیامت ڈھا گئی آنکھیں
گلے مِل کر عجب جادو گری دِکھلا گئی آنکھیں

بڑی کاری گری کے ساتھ قدرت نے بنائی ہیں
تبھی تو جس نے بھی دیکھیں اسی کو بھا گئی آنکھیں

محبت میں وہ باتیں بھی زباں پر جو نہیں آتیں
اشاروں میں وہ باتیں بھی ہمیں سمجھا گئی آنکھیں

نہ تھا دل اس سے پہلے بیقراری سے کبھی واقف
وہ آئے تو تڑپنے کا ہنر سکھلا گئی آنکھیں

حیا کے دیپ انکی جَل بھری آنکھوں میں جلتے ہیں
کہ جب دیکھا سمٹ کر پیار سے شرما گئی آنکھیں

وہ گھر کے ساتھ مسجد کا بھی رستہ بھول جائیگا
کبھی زاہد کی آنکھوں سے جو وہ ٹکرا گئی آنکھیں

**

اندھیارے برفیلی رُت کے
ہیں چندا رنگیلی رُت کے

اُن پلکوں پر آنسو جیسے
جگنو گیلی گیلی رُت کے

اَندھی رسمیں ، سُندر سپنے
جیسے گُل زہریلی رُت کے

کالے کالے نین ہیں تیرے
یا دو چور نشیلی رُت کے

دور کے ہیں ہم پنکھ پکھیرو
ڈار نہیں ہم نِیلی رُت کے

گیت اُداسی کے گاتے ہیں
پیلے پتّے پیلی رُت کے

اُس مُکھ پر چاندی کے گہنے
موتی ہیں چمکیلی رُت کے

عادل تیرا ہے ، اور تیرے
سارے پَل شرمیلی رُت کے

★★

مرا خط کر کے پُرزے یوں ستمگر پھینک دیتا ہے
کسی کوڑے میں ناداں جیسے گوہر پھینک دیتا ہے

مجھے بیتاب کر کے اُس کو ملتا ہے سُکوں جیسے
خموشی ہو تو لہروں میں وہ تو کنکر پھینک دیتا ہے

بنا لیتا ہوں جب سپنوں میں شیشے کا محل کوئی
در و دیوار پر پھر کوئی پتّھر پھینک دیتا ہے

فِدا ہوتا نہ کیسے اُس پہ دِل عاشق مزاجوں کا
کہ دل زاہد بھی جس کی اِک ادا پر پھینک دیتا ہے

نہیں شاہین کی فطرت اُڑانیں بِھیک میں لینا
ملے خیرات میں شاہی، قلندر پھینک دیتا ہے

جوابِ خط مرا یوں فیصلے کی کشمکش میں ہے
وہ ہرکاغذ کو چند الفاظ لِکھ کر پھینک دیتا ہے

وہ آ جائے نظر تو شوخ ہراک چیز لگتی ہے
فضا میں اس کا جلوہ کتنے منظر پھینک دیتا ہے

**

چہرہ بُجھا ' اُداس نظر ، کچھ نہ کچھ تو ہے
کہتے ہوکچھ نہیں ہے مگر کچھ نہ کچھ تو ہے

رغبت مٹا ہی دیتی ہے اِک روز فاصلے
جب چل پڑیں تو کٹتا سفر کچھ نہ کچھ تو ہے

میری گلی کی سمت چلا آ رہا ہے وہ
میری دُعا میں اب بھی اثر کچھ نہ کچھ تو ہے

**

وہ جگنو سی ادائیں لے کے پیکر سامنے آیا
نہ پردے میں رہا ظالم، نہ کُھل کر سامنے آیا

کچھ ایسے غم بھی تو خوشیوں کے بعد آنے لگے جیسے
جزیرے سے نکل کر اک سمندر سامنے آیا

وہ جس کے عشق نے عادل کو دیوانہ بنا ڈالا
وہی تو سب سے پہلے لے کے پتّھر سامنے آیا

**

ایک انجانی کسک سے واسطہ رکھنے لگے
اکثر اَب ہم گھر کا دَروازہ کُھلا رکھنے لگے

اس کو پایا ہے تو اب رہتا ہے کھونے کا بھی ڈر
وہ مِلا ہے جب سے ہم لب پر دُعا رکھنے لگے

مطمئن تھا میں تو تیرے ہر ستم سے پھر یہ کیوں ؟
لوگ میرے شہر کے تم سے گِلہ رکھنے لگے

ہو چکے جب درد کی لذّت سے کچھ مانوس ہم
دوست اس کے بعد زخموں پر دوا رکھنے لگے

وہ بھی دن تھے گھر سے لوگوں کو بلا کرتا تھا میں
لوگ میرے گھر کے اب میرا پتہ رکھنے لگے

بَن گئی ہے عدل کی زنجیر ہی زنجیرِ پا
دھاندلی کا نام عادل فیصلہ رکھنے لگے

**

دستِ خواہش کو ضرورت کا عطاَ ہو جانا
معجزہ ہے کسی نالے کا رسا ہو جانا

وہ مرے پاس سے جھونکے کی طرح گزرا تھا
ہائے ! اک پل میں وہ خوشبو کا ہَوا ہو جانا

نازِ یکتائی کو اِک دائرہٗ مخصوص میں رکھ
ایسے جائز نہیں بندے کا خدا ہو جانا

ہم کو بھی آتا ہے روٹھوں کو منانے کا ہنر
تم کو گر آتا ہے، اے یار خفا ہو جانا

دِل کی جب کہتے نہیں ، شوق سے مِلتے بھی نہیں
ایسے ملنے سے تو بہتر ہے جُدا ہو جانا

عادل اک روز یہ طوفان بڑا لائے گا
دِل کا چھوٹی سی نزاکت پہ فِدا ہو جانا

✶✶

ہے یہ اعجاز چاہت کا فقط حدِّ نظر وہ ہے
خیال و خواب کی ہر انجمن میں جلوہ گر وہ ہے

جُدا ہو کر بھی اُس سے میں اُسی کے ساتھ رہتا ہوں
خیالی طور پر میں بھی وہیں پر ہوں جِدھر وہ ہے

ترستی ہیں امیدیں فاصلوں کے قید خانے میں
مری مجبوریاں دیکھو اِدھر میں ہوں ، اُدھر وہ ہے

محبّت بن کے ایسے وہ رگ و پے میں سمایا ہے
وہی سانسوں میں ہے اور دھڑکنوں کا ہمسفر وہ ہے

ہے چھپ جاتی بُری بات اس کی اچھّی بات میں گویا
نہیں آتا وہ عادل وقت پر ، آتا مگر وہ ہے

**

جو چشمِ شاخ سے غُنچہ نِکلنے والا تھا
حصارِ شوق کی خوشبو میں پَلنے والا تھا

شبِ وصال یوں گزری پلک جھپکنے میں
ڈھلی تھی شام کہ سُورج نکلنے والا تھا

میں اس کے دیکھ کے تیور چلا گیا واپس
وہ مجھ کو دیکھ کے رستہ بدلنے والا تھا

مرے مزاج میں ایسی عجب حرارت تھی
کہ میرے آگے وہ پتھر پگھلنے والا تھا

ابھی زمانہ نئے قافلے کی کھوج میں تھا
ابھی زمانہ مرے ساتھ چلنے والا تھا

نکھر سکا نہ کبھی رنگِ گلستانِ وطن
ہر ایک مالی شگُوفے مَسلنے والا تھا

پڑا تھا راہ میں عادل کوئی نیا پتّھر
میں کھَا کے جب کوئی ٹھوکر سنبھلنے والا تھا

**

یا تو محبّتوں کا گلَا گھونٹ دیجئے
یا پھر عداوتوں کا گلَا گھونٹ دیجئے

رکھنے ہیں دوستانہ مراسم اگر سدا
پہلے کدورتوں کا گلا گھونٹ دیجئے!

کر کے ہوس کا قتل ابھی اپنے ہاتھ سے
ساری مصیبتوں کا گلَا گھونٹ دیجئے!

ناکامیوں کے آگے بھی گھٹنے نہ ٹیکیے
بیکار حسرتوں کا گلا گھونٹ دیجیے

عادل فضائے امن جو قائم نہ کر سکیں
ایسے محافظوں کا گلا گھونٹ دیجیے!

پیامِ نورِ سحر

اے ظُلمتو! پیامِ نورِ سحر بھی آئے
چشمِ سیاہ شب کو سورج نظر بھی آئے

بادِ صبا میں جس کی جنّت کی تازگی ہو
نازِ شگفتگی سے معمور ہر کلی ہو
پت جھڑ سے بے نیاز ان پھولوں کی زندگی ہو
آئینہ دار خوشبو شبنم کی آ رہی ہو
ایسی بہار میرے گلشن میں بھی تو آئے

برہم ہوئی ہے بلبل اپنے ہی آشیاں سے
روٹھی ہے ضَو فشانی اِس دارِ کہکشاں سے
رخصت ہوئی ہے خوشبو خود اپنے گلستاں سے
اکتا گئے ہیں اہلِ دل موسمِ خزاں سے
اب سبز موسموں کی کوئی خبر بھی آئے

اے ظُلمتو! پیامِ نورِ سحر بھی آئے
چشمِ سیاہ شب کو سورج نظر بھی آئے

★★

کاش آئے پھر ایسی نیند
سُندر خواب ، سنہری نیند

میری حسرت ، تیری چاہت
تیرے سپنے ، میری نیند

وہ بچپن کتنا اچھا تھا
جب سوتے تھے میٹھی نیند

لاکھ منایا ایک نہ مانی
ایسے آنکھ سے روٹھی نیند

جانے کون سے دیس میں ہو گی
پریوں کی ہمجولی نیند

اپنے سکھ بھی بیگانے ہیں
اپنی ۔ آنکھ پرائی نیند

شب بیداری کے ساغر کو
پی پی کر ہے بہکی نیند

**

سرور سا بھی ہے دِل میں، نظر بھی گھائل ہے
خلش یہ کیسی مری بے خودی میں شامل ہے

گداز، آہِ سحر میں مری ہے کچھ ایسا
قفس میں کہتے ہیں طائر، یہ کون بسمل ہے

نجانے عشق کی منزل ہے کس مسافت پر
یہ سنگِ میل فقط اِک فریبِ منزل ہے

وہ جس نے ہم سے عداوت کے ڈھنگ سیکھے ہیں
ہمی کو اُس کی رفاقت کا فخر حاصل ہے

اداس شب کو چلے جب ہوا تو لگتا ہے
ہر ایک پتّے کے پاؤں میں جیسے پائل ہے

چلے وہ شوق سے اپنے سبھی اصولوں پر
خیال یہ بھی رکھے' اس کا نام عادل ہے

٭٭

یہ ناز قیامت ہیں تیرے نازوں کو نظر لگ جائے گی
یوں بن ٹھن کے نکلو گے اگر، جلووں کو نظر لگ جائے گی

یوں بھی قاتل ہیں یہ آنکھیں، دیکھیں تو قیامت ہوتی ہے
نہ لگانا تم ان میں کاجل، آنکھوں کو نظر لگ جائے گی

تم آنے لگے ہو جس دن سے خوابوں میں، کم ہی سوتا ہوں
یہ خدشہ اکثر رہتا ہے، خوابوں کو نظر لگ جائے گی

اس خوش فہمی میں جانِ وفا اِقرار سے بھی کتراتا ہے
جب لفظ محبت بولے گا، ہونٹوں کو نظر لگ جائے گی

اس ڈر سے وہ لکھواتا ہے خط اوروں سے اکثر عادل
خود لکھّے گا تو اپنے ہی ہاتھوں کو نظر لگ جائے گی

٭٭

چاندنی راتیں تری ، یہ دلنشیں گُلشن ترا
پھول میں خوشبو تری ہے ، چاند میں جوبن ترا

کر رہی ہے ذکر تیرا آج ہر اِک پھول سے
دیکھ کر شبنم گئی تھی کل سحر آنگن ترا

اپنے دل کو آستاں تیرا کہوں یا پھر حرم
ہے خدا کا گھر بھی یہ اور ہے یہیں مسکن ترا

گنگناتا ، ناچتا اور جھومتا ہے بار بار
چومتا ہے جب کلائی کو تری کنگن ترا

ہے دعا میری کبھی تجھ کو نہ آئے غم کوئی
اتنے خوشیوں کے ہوں گوہر کم پڑے دامن ترا

دل یہ کہتا ہے کہ عادل پھر لکھیں کوئی غزل
اے مری جانِ غزل ہوتا ہے جب درشن ترا

**

دونوں ہی بے وجہ کسی ضِد پر اَڑے رہے
ہم پیار کے دِنوں میں بھی اکثر لڑے رہے

حالات کا بہاؤ کچھ اِتنا شدید تھا
ذہنوں میں اِختلاف کے دریا چڑھے رہے

کہنے کو تو حیات تھی لیکن تمام عمر
رسموں کی گہری قبر میں زندہ گڑے رہے

گھبرا کے مصلحت نہ کی حالات سے کبھی
گو امتحان کتنے ہی سر پر کڑے رہے

سب لوگ اپنے اپنے مقاصد میں کامیاب
اور ہم جہاں کھڑے تھے وہیں پر کھڑے رہے

**

ساتھی تنہا چھوڑ گیا ہے
تھا جو اپنا ، چھوڑ گیا ہے

مرتے دم تک ساتھ رہیں گے
جو کہتا تھا ، چھوڑ گیا ہے

جس کے دامن میں دریا تھے
آج وہ پیاسا چھوڑ گیا ہے

کون بنے اب دکھ کا دارو
جب وہ مسیحا چھوڑ گیا ہے

مجھ کو دنیا کہنے والا
میری دنیا چھوڑ گیا ہے

جب بھی سورج سر پر آیا
اپنا سایہ، چھوڑ گیا ہے

جو تیری تکمیل تھا عادل
تجھ کو ادھورا چھوڑ گیا ہے

**

عالمِ فانی میں کب ملتی ہے ہستی باربار
بے وفا ! بستی نہیں ہے دل کی بستی باربار

ہو لکھی قسمت میں ہی جس چیز کے افتادگی
کھینچ لاتی ہے اسے رفعت سے پستی باربار

کیسی آنکھیں ہیں وہ ان آنکھوں کو جب بھی دیکھ لیں
ہوش کے عالم میں بھی ہوتی ہے مستی باربار

مار ڈالیں ہم انا کو حسرتوں کے ساتھ ساتھ
کر چکی ہے یہ بھی کوشش تنگدستی باربار

اس کو کیا معلوم عادل کہتے ہیں کس کو وفا
اتنی مہنگی چیز مت دو اتنی سستی باربار

**

گلہ نہیں ہے کہ غیروں نے غم بٹایا نہیں
کمال اپنے لہو نے بھی کچھ دکھایا نہیں

دل و دماغ میں چلتی ہیں آندھیاں پھر بھی
دِیا نظر میں جو روشن تھا وہ بجھایا نہیں

یوں دِل بجُھا ہے کسی شاخِ آرزو پر اب
کوئی بھی. پھول میرے شوق نے کھلایا نہیں

اندھیرے اوڑھ کے سویا ہے سوچ کا جنگل
کسی خیال نے اب کے مجھے رُلایا نہیں

یہ بات سچ ہے کہ بچپن سے تم پہ مرتے ہیں
یہ اور بات کہ تم کو کبھی بتایا نہیں

اسے پسند ہمیشہ سے فاصلے رکھنا
وہ ملنے آیا ہے لیکن قریب آیا نہیں

ہنر نہ آیا جسے یار! دلنوازی کا
کبھی زمانے نے اس کو گلے لگایا نہیں

**

زندگی اِضطراب ہو جیسے
اِک مسلسل عذاب ہو جیسے

پاس بیٹھا ہوا ہے وہ لیکن
ایسا لگتا ہے خواب ہو جیسے

غم کا یوں احترام کرتے ہیں
درد سہنا ثواب ہو جیسے

قیدِ دامِ فراق کا عالم
عالمِ التہاب ہو جیسے

یہ جوانی ، یہ بانکپن ان کا
فصلِ گُل پر شباب ہو جیسے

بانجھ تعبیر ہے مگر پھر بھی
آنکھ میں کوئی خواب ہو جیسے

وادیٔ اِعتبار میں عادل
ہر قدم پر سراب ہو جیسے

**

نہ جانے کیوں وہ ہم سے اِن دنوں بگڑا سا رہتا ہے
بتاتا بھی نہیں کیونکر وہ اُلجھا اُلجھا رہتا ہے

وہ دِل کی بات چہرے سے عیاں ہونے نہیں دیتا
مگر وہ بیشتر دیکھا ہے کھویا کھویا رہتا ہے

کُھلی رہتی تھی سُرخی جس کے عارض میں شفق جیسی
نہ جانے کس سبب وہ چہرہ اُترا اُترا رہتا ہے

میں دِل ہی دِل میں اُس کو چاہتا ہوں، جانتا ہے وہ
وہ میرے جاننے والوں سے مِلتا جُلتا رہتا ہے

وہ آنکھیں جن میں کاجل مسکرا کر بات کرتا تھا
اُنہی آنکھوں میں کاجل اب تو بِکھرا بِکھرا رہتا ہے

یہ اُس کی بے رخی ترکِ تعلق تک نہ جا پہنچے
یہ دِل اِس سوچ سے پہلو میں سِمٹا سِمٹا رہتا ہے

بدل پاتی نہیں محفل تری خلوت پسندی کو
تو عادل ! رہ کے محفل میں بھی تنہا تنہا رہتا ہے

**

میرا اپنا کوئی تو ہے
گو ہے سایہ ، کوئی تو ہے

کھول کے بیٹھے ہو دروازہ
آنے والا کوئی تو ہے

دُوری میں بھی رَبط ہے شامل
آنکھ میں سپنا کوئی تو ہے

ساتھ نہیں کوئی تو کیا ہے
دِل میں رہتا کوئی تو ہے

اپنے اپنے سے لگتے ہو
تم سے ناتا کوئی تو ہے

غم کی راہ پہ چلتا جا تو
عادل رستہ کوئی تو ہے

**

دل میں اس کا خیال آیا ہے
جھیل میں چاند جھلملایا ہے

آنکھ اس کو تلاش کرتی ہے
وہ مگر روح میں سمایا ہے

پھر گرا ہے کہیں شجر کوئی
شور چڑیوں نے پھر مچایا ہے

یاد تیری ہے ہمسفر میری
دھوپ میں ساتھ ساتھ سایا ہے

اس نے پا کر بھی مجھ کو کھو ڈالا
میں نے کھو کر بھی اس کو پایا ہے

اس کی باتوں نے کر دیا جادو
اس کے کاجل نے دل چرایا ہے

اس نے دنیا کا جب چلن دیکھا
وہ مرے پاس لوٹ آیا ہے

زور چلتا نہیں ہے غیروں پر
اپنا ہو کر بھی دل پرایا ہے

بے خودی ' دل کا چین ' بیتابی
کتنے عالم وہ ساتھ لایا ہے

پھونک کر اس نے بستیاں کتنی
اپنے دل کا نگر بسایا ہے

ہنستے ہنستے وہ رو دیا عادل
جانے کیا اس کو یاد آیا ہے

(نانی اماں کی یاد میں)

مثلِ چراغ روشن داغِ جگر رہے گا
نالوں کا زندگی بھر جاری سفر رہے گا
تیرے ہی غم میں دامن اشکوں سے تر رہے گا
آباد تیری یادوں سے دِل کا گھر رہے گا

تجھ پر خدا کی رحمت نازل ہو تاقیامت
ظلمت میں رہنما ہو تیرا چراغِ تربت
سردارِ انبیاء کی تجھ کو ملے شفاعت
تجھ کو رہے میسّر باغِ جناں کی راحت

دردِ محرومی

(باجی گنی کے نام)

بدن سے جاں تک لہو لہاں ہیں، یہی نہیں ہے
وہ کونسی چوٹ ہے جو ہم نے سہی نہیں ہے

تمہارے دم سے ہی تھے اجالے بھی ہم کو پیارے
وہی ہیں شمس و قمر مگر روشنی نہیں ہے

تمہاری نسبت سے تھے حسین وہ تمام منظر
وہی نگر ہے مگر کہیں دل کشی نہیں ہے

ہزار باتیں ہیں دل میں جو تو بھی لے گیا ہے
مجھے بھی افسوس ہے کہ دل کی کہی نہیں ہے

مجھے بلانا بلا کے خود پھیر لینا آنکھیں
تمہی بتاؤ کہ کیا یہ بیگانگی نہیں ہے

ترا وہ اس پار جا کے میری خبر نہ لینا
یہ جان و دل پر ستم ہے، یہ دل لگی نہیں ہے

کہاں سجے گی کوئی بھی محفل لگے گا کیا دل
جو شخص عادل تھا جانِ محفل، وہی نہیں ہے

دلِ عاشق نامرا

دِل سودائی پارہ پارہ
عاشق کا دِل درد کا مارا

بے گھر رہنے کا ہے عادی
پھرتا ہے یہ وادی وادی
جیسے ہو کوئی بنجارا
عاشق کا دِل درد کا مارا

اسکے جذبے زخمی زخمی
ہر اک حسرت چھلنی چھلنی
دامن سپنوں کا سیپارہ
عاشق کا دِل درد کا مارا

بیتی یادیں اس کا ترکہ
گہری سوچیں اس کا ورثہ
محرومی کا راج دُلارا
عاشق کا دِل درد کا مارا

تنہائی سے اس کی دنیا
یہ ہے غم کا تپتا صحرا
جس کا ہر ذرّہ انگارا
عاشق کا دِل درد کا مارا

بربادی کے اِس جَنگل میں
ناکامی کے اِس چُنگل میں
عاشق کی آنکھوں کا تارا
عاشق کا دِل درد کا مارا

دھنک تیرے لئے

آ تری مانگ میں، میں سجا دوں دھنک
روپ تیرا سراپا بنا دوں دھنک

تیرے پاؤں میں مہندی لگائے شَفق
تو چلے تو قیامت جگائے شَفق
تیری راہوں میں جاناں بچھا دوں دھنک
روپ تیرا سراپا بنا دوں دھنک

تیرے بالوں میں بھر دوں گھٹاؤں کا رنگ
تیرے گالوں کو دے دوں حیاؤں کا رنگ
تیرے آنچل پہ جاناں سجا دوں دھنک
روپ تیرا سراپا بنا دوں دھنک

پیار کے تیرے سپنوں میں ہوں گلستاں
ہو خیالوں پہ رنگینیوں کا سماں
تیری ہر سوچ میں یوں ملا دوں دھنک
روپ تیرا سراپا بنا دوں دھنک

تیرے رنگوں کی جلوے غلامی کریں
تجھ کو آ کر ستارے سلامی بھی دیں
تیرے قدموں پہ جاناں جھکا دوں دھنک
روپ تیرا سراپا بنا دوں دھنک

وہ افق پر بنایا ہے رنگوں کا گھر
ہے وہی تیری میری امنگوں کا گھر
چل میرے ساتھ تجھ کو دکھا دوں دھنک
روپ تیرا سراپا بنا دوں دھنک
آ تری مانگ میں ، میں سجا دوں دھنک

رموزفطرت

ہیں یہ فطرت کے رموزِ آئینہ چشمِ شعور
ذرّے ذرّے میں ہے قدرت کے کرشموں کا ظہور

دونوں عالم میں کوئی تخلیق بے معنی نہیں
یعنی اِس ارض و سماء میں کچھ بھی لایعنی نہیں

چشمِ بینا چاہئے پر دیکھنے کے واسطے
فردِ محکم ہے ضروری سوچنے کے واسطے

ذرّے ذرّے کی یہاں خوبی میں معیوبی بھی ہے
عیب جس شے میں ہے شامل، اِس میں کچھ خوبی بھی ہے

گوہرِ نایاب بن سکتا ہے اَحقر بھی یہاں
سدرۂ عظمت کو چھو لیتا ہے کمتر بھی یہاں

گویا شوکت کی حقارت اصل میں اولاد ہے
یعنی دنیا ناز کی توہین سے آباد ہے

ہے یہاں پستی کی نسبت سے ہی رفعت کی نمود
گِل کے گارے سے ہوا تعمیر آدمؑ کا وجود

پھاند لی جاتی ہے جب حد مقررجہل کی
رحمت اللعالمینؐ بنتا ہے خونِ ہاشمی

مِل کے دانہ خاک میں بنتا ہے زیبِ گلستاں
درحقیقت موت باعث ہے حیاتِ جاوداں

گل بداماں ہے جسے کانٹوں پہ سونا آ گیا
لطف ہنسنے میں سے ہے جس کو رونا آ گیا

شاہکار خاکی پر حاوی ہے فطرت کا عمل
اِس لئے کیچڑ میں لیتی ہے جنم شاخ کنول

بھائی اپنے بھائی کے فارغ نہیں احسان سے
ایک انسان منسلک ہے دوسرے انسان سے

ہے بنا انسان تکمیل اخوت کیلئے
آدمی دنیا میں آیا ہے محبت کیلئے

رشتے ناطے سب جہاں میں پیار کی دولت سے ہیں
مِلّتیں دنیا میں قائم رشتہ الفت سے ہیں

رنگ لاتی ہے حنا فطرت کا یہ دستور ہے
چھپ نہیں سکتی قبا فطرت کا یہ دستور ہے

وہ خط!

میں نے وہ خط سنبھال رکھّے ہیں
اور دل سے لگا کے رکھّے ہیں

جن میں اب بھی تمہاری یادیں ہیں
جن میں اب بھی تمہاری خوشبو ہے
لفظ ہیں آج بھی مہکتے گلاب
آج بھی ان میں وہ ہی جادو ہے
آ کہ پڑھ کر سناؤں میں تجھ کو
میں نے وہ خط سنبھال رکھّے ہیں

پیار کے وہ حسیں گلے شکوے
خط میں بے جا شکائتیں کرنا
شوقِ دیدار کی تڑپ لکھ کر
حال پر پھر عنائتیں کرنا
جو ہیں لطف و کرم کا زندہ ثبوت
میں نے وہ خط سنبھال رکھّے ہیں

دل پہ اشکوں کے آج تک قطرے
درد کی داستاں سناتے ہیں
اور محبّت کے لفظ پھیلے ہوئے
دل میں اک لہر سی اٹھاتے ہیں
ان ہی لہروں میں ڈوبنے کیلئے
میں نے وہ خط سنبھال رکھّے ہیں

سب سے چھُپ کر جو تو نے لکھّے تھے
دِیپ کی روشنی میں راتوں کو
اور خدشہ تھا کوئی جان نہ لے
پیار کی اِن حسین باتوں کو
جن کا رہتا تھا اِنتظار مجھے
میں نے وہ خط سنبھال رکھّے ہیں

جن پہ تیرے لبوں کی مہریں تھیں
اور دلِ خون سے بنایا ہوا
جِس میں اک تیر آر پار کیا
میری جانب سے تھا چلایا ہوا
ہو جو فرصت تو آ دکھاؤں تجھے
میں نے وہ خط سنبھال رکھّے ہیں
اور دل سے لگا کے رکھّے ہیں

دولت

ازل سے دَہر کی کشتی ہے یہ ناخدا دولت
زمانے میں سبھی لوگوں کی ہے یہ دلربا دولت

اگر اس کی رفاقت ہو ملا دیتی ہے بچھڑوں سے
بڑی ظالم ہے دل داروں سے کرتی ہے جدا دولت

یہ پردہ فاش کر دیتی ہے جھوٹے خیر خواہوں کا
مصیبت میں حقیقت سے ہے کرتی آشنا دولت

یہ مال و زر یہ جاگیریں ہوس کی ہیں یہ زنجیریں
مگر انساں نہیں سمجھا حقیقت میں ہے کیا دولت

یہ بنگلے، گاڑیاں، زیور، یہ سب گھاٹے کی چیزیں ہیں
ہے تقویٰ مرد کی دولت تو عورت کی حیا دولت

**

یہ گردشِ دوراں کے غم ہیں ، پلکوں پہ سجا لو ، سو جاؤ
چھوڑو بھی تردُد کی باتیں آوارہ خیالو سو جاؤ

کچھ دیر میں رات کی آنکھوں کا کاجل بھی گھُلنے والا ہے
لگ کر سُونی دیواروں سے رنجور اُجالو سو جاؤ

اِس راہِ جہانِ ہستی میں ہر گام پہ کانٹے بکھرے ہیں
یہ درد ہیں ساتھی ، پاؤں سے کچھ خار نکالو سو جاؤ

کب فرصت ہے اِس دُنیا کو بیکار کی باتیں سننے کی
تُم مار کے اپنی ہر خواہش ناکام سوالو سو جاؤ

ممکن ہے خواب کی دُنیا میں افسانہ حقیقت بن جائے
تم کروٹ بدلو چاندنی کو سینے سے لگا لو سو جاؤ

دِن بھر جلتے ہوئے رستوں پر نظروں کو بھٹکتے رہنا ہے
کر کر کے بہانے اب عادِل مت نیند کو ٹالو سو جاؤ